بلا سود بینکاری

تحریر:- ڈاکٹر ڈی۔ایم۔قریشی
رےڈوائزر اسلامک ڈویلپمنٹ بنک جدّہ

سود کا مسئلہ اس وقت ہماری سوسائٹی میں عجیب صورت اختیار کر گیا ہے' اس کی مثال سانپ کے منہ میں چھچھوندر کی سی ہو کر رہ گئی ہے' نہ تو تھوکی جا سکتی ہے اور نہ نگلے ہی بن پڑی ہے۔ اسلامی حکومت کے قیام کی بات ہو یا اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی تجویز' بات سود پر آ کر رکتی ہے۔ اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے لیکن ہمارے اقتصادی نظام اور معیشت کی رگوں میں یہ زہر مسموم ایسا سرایت کر گیا ہے کہ اس کے بغیر خون کی گردش ممکن نہیں۔ صورتِ حال خاصی حوصلہ شکن معلوم ہوتی ہے۔ ان حالات میں ایک گونہ قنوطیت (Pes-simism) کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ چنانچہ جو لوگ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے کوشاں ہیں انہیں بھی خدشات اور شکوک نے گھیر رکھا ہے۔ ادھر معاشرہ کا جدید بینکاری اور تجارتی نظام پیچیدہ' ادھر غیر سودی نظام کی عملی صورت ناپید۔ ذہنوں میں بار بار یہ سوالات ابھرتے ہیں کہ کیا غیر سودی نظام واقعی قابل عمل ہے؟ کیا یہ معاشرہ کی جدید طرزِ زندگی کے تمام تقاضے پورے کر سکنے کا اہل ہے؟ ابھی تک ان سوالات کا تسلی بخش جواب قابل عمل منصوبہ کی صورت میں منظر عام پر نہیں آیا' اس لئے اس طبقہ کی قنوطیت سرزنش کی بجائے ہمدردی کے قابل ہے۔

دوسری طرف وہ طبقہ ہے جو سودی نظام کو برحق قرار دینے کے لئے اس دلیل کی آڑ اور کبھی اس تاویل کا سہارا لیتا ہے۔ اس کے نزدیک جو سود قرآن نے حرام کیا ہے وہ وہی تھا جو اس وقت رائج تھا۔ آج کل کا تجارتی (Productive) سود نہ اس وقت تھا' نہ حرام کیا گیا ہے۔ چونکہ قومی آزادی کی بنیاد معاشی استحکام پر ہے اور آج کل کا معاشی نظام بغیر تجارتی سود کے ممکن نہیں' اس لئے قوم اور ملک کی بقا کے لئے سود ناگزیر ہے اور اس کو کسی ایسی صورت میں برقرار رکھنا جس میں یہ قرآنی احکام سے متصادم نہ ہو' وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

زیر نظر مضمون کی غرض و غایت یہی ہے کہ ان دونوں طبقوں کی ذہنی الجھنوں کا جائزہ لیا جائے اور قرآن کی روشنی میں ان کا حل تلاش کیا جائے۔

سود کی وضاحت

سود کے متعلق جو لفظ قرآن میں استعمال کیا گیا ہے وہ ''ربوا'' ہے۔ اس کا مادہ ''ر ب و'' ہے۔ جس کے معانی ''زیادتی'' ''چڑھنے'' اور ''بڑھوتری'' کے ہیں۔ اس لحاظ سے اصل رقم پر جو بھی زیادتی ہوتی ہے اس کو ''ربوا'' کہا جاتا ہے۔ نفع کی صورت میں بھی ایک قسم کی زیادتی واقع ہوتی ہے لیکن قرآن اس کو حرام قرار نہیں دیتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''ذلک بانهم قالوا البیع

> اہل عرب کے نزدیک لین دین کی قرارداد میں اصل سے زائد رقم ادا کرنا بطورِ شرط شامل ہوتا تھا۔ اہل عرب اسی کو ''ربوا'' کہتے ہیں۔ تجارت کی صورت میں سود انقدی اور کسی چیز یا شے کے درمیان ہوتا ہے جبکہ ربوا یا سودی لین دین میں نقدی کا سود انقدی سے ہوتا ہے کوئی شے یا چیز کے درمیان میں نہیں ہوتی۔

مثل الربوا' واحل الله البيع و حرم الربوا۔"

ترجمہ:- یہ اسی لئے ہے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی مانند ہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔" (البقرہ ۲'۲۷۵)

عرب میں قرض کے معاملات کی چند صورتیں رائج تھیں' ان سب میں یہ بات مشترک تھی کہ لین دین کی قرارداد میں اصل سے زائد رقم ادا کرنا بطور شرط کے شامل ہوتا تھا اور اہل عرب اس کو "ربوا" کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن نے تجارت کے نفع کو حلال اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے۔

تجارتی نفع اور سود میں فرق

(۱) تجارت کی صورت میں سودا نقدی اور کسی چیز یا شے کے درمیان ہوتا ہے۔ وہ شے یا تو بیچنے والا مکمل طور پر یا کسی حد تک خود تیار کرتا ہے یا تجارتی عمل سے اس کا مالک ہوتا ہے۔ تاجر چیز کو فروخت کے لئے پیش کرتا ہے۔ خریدنے والا چیز کی افادیت اور قیمت کا جائزہ لیتا ہے اور دونوں کے درمیان ایک قیمت طے پا جاتی ہے۔ سودا مکمل ہونے کی صورت میں تاجر کو قیمت اور بیچنے والے کو مطلوبہ شے مل جاتی ہے۔ اس کے برعکس ربوا یا سودی لین دین میں نقدی کا سودا نقدی سے ہوتا ہے۔ یعنی کوئی چیز یا شے درمیان میں نہیں ہوتی۔ تجارت کی صورت میں دونوں فریق قریب قریب یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ بیچنے والے کو اس کا معقول معاوضہ قیمت کی صورت میں وصول ہو جاتا ہے اور خریدنے والے کو مطلوبہ چیز۔ اس کے برخلاف سودی لین دین میں قرض دینے والا تو یقینی طور پر سود کی شکل میں فائدہ اٹھاتا ہے لیکن قرض لینے والے کا فائدہ غیر یقینی نوعیت کا رہتا ہے۔ اگر قرض اس نے ذاتی ضروریات پر صرف کیا تو اس کو کوئی حقیقی (Real) نفع نہ ہوا اور اگر کاروباری کام میں لگایا تو نقصان کے امکان کے ساتھ نفع غیر یقینی نوعیت کا رہا۔

سودی لین دین میں قرض دینے والا تو یقینی طور پر سود کی شکل سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن قرض لینے والے کا فائدہ غیر یقینی نوعیت کا رہتا ہے۔

(۲) دوسرا نمایاں فرق سود اور تجارت میں یہ ہے کہ تجارت کی صورت میں کاریگر یا تاجر فروخت کے لئے پیش کردہ چیز پر محنت' وقت اور مال صرف کر کے اس چیز کو کارآمد بناتا ہے۔ اقتصادیات کی زبان میں ایک چیز کو کئی صورتوں سے کارآمد بنایا جاسکتا ہے۔ جو ہیت کی تبدیلی (Form Utility) مکان کی تبدیلی (Place Utility) اور وقت کی تبدیلی (Time Utility) پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان اقسام کی تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے وقت' محنت اور مال صرف ہوتا ہے۔ غرضیکہ تاجر کے کاروبار کے پیچھے مندرجہ بالا تمام تر قوتیں صرف ہوتی ہیں۔ چنانچہ جو زیادتی تجارت کی صورت میں رونما ہوتی ہیں وہ انہیں قوتوں کے صرف کا معاوضہ ہے۔ یہ یقیناً ٹھوس خدمات سرانجام دینے کے صلہ میں ظہور میں آتی ہے اور تاجر یا کاریگر کا جائز حق ہے۔ اس کے برعکس سود پر رقم قرض دینے کے لئے قرض دینے والا ماسوائے نقدی کے اور وقتی مہلت کے اور کسی قسم کی جسمانی یا ذہنی کاوش نہیں کرتا۔ اس کی قرض میں دی گئی نقدی اصل کی صورت میں قائم رہتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے آپ کو دوسرے شخص کی آمدنی کا حصہ دار بنا لیتا ہے۔

(۳) تیسرا فرق یہ ہے کہ تجارت میں قیمت اور چیز کے تبادلہ کے بعد سودا مکمل ہو جاتا ہے' اس کے بعد فریقین میں کوئی لین دین باقی نہیں رہتا' لیکن سود کی صورت میں قرض دینے والا ایک مقررشدہ رقم یعنی سود ماہ بماہ' سال بسال وصول کرتا رہتا ہے اور مقروض سود دینے کا پابند ہوتا ہے' اور جب تک اصل رقم واپس نہ ہو جائے یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس معاہدے کے پورا کرنے میں اگر مقروض کی تمام پونجی بھی ختم ہو جائے تو عدالتی انصاف کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

چنانچہ تجارت اور سود دونوں کی سطحیں مختلف ہیں۔ تجارت دونوں فریقوں کے فائدہ پر مبنی ہے اور اس کے پیچھے وقت' دماغ' محنت اور مال کا صرف ہے۔ برخلاف اس کے سود میں قرض لینے والا سراسر نقصان (Dis-advantage) میں ہوتا ہے اور قرض دینے والا تمام خطرات سے آزاد' مقروض کی کمائی میں حصہ دار ہوتا ہے' اور فائدہ ہی فائدہ میں رہتا ہے۔

سود اخلاقی اور معاشرتی وجوہات سے حرام ہے

یہاں کہا جاسکتا ہے کہ سود پر رقم

قرض دینا بھی ایک سرمایہ کاری (Invest-ment) کا عمل ہے۔ سرمایہ آخر خون اور پسینہ کی کمائی ہوتا ہے' اور اس کو قرض پر دینے میں قربانی مضمر ہے۔ اس لئے یہ کہاں کا انصاف ہے کہ سرمایہ کو اس کا صلہ (Re-ward) نہ دیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سودی لین دین پر جو اعتراض ہے وہ اقتصادی نہیں بلکہ اخلاقی و معاشرتی نوعیت کا ہے۔ کیونکہ ایسی سرمایہ کاری (Investment) جس سے معاشرہ کے نقصان کا اندیشہ ہو' آج کل بھی ممنوع ہے۔ مارجورینا' حشیش اور شراب کے کاروبار میں سرمایہ کاری کی عام اجازت اسی لئے نہیں کہ یہ سوسائٹی کے لئے نقصان دہ ہیں۔ اسی طرح سود کا کاروبار اخلاقی اور معاشی طور پر سوسائٹی کے لئے زہر قاتل کا حکم رکھتا ہے' اسی لئے اسلام نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مارجورینا اور حشیش کی خرابیاں واضح ہیں اور سود کی تباہ کاریاں پوشیدہ۔ اگر سود کی دور رس خرابیاں ثابت ہو جائیں تو مندرجہ بالا اقتصادی دلیل کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

سود اور جائیداد کے کرائے میں فرق

اسی طرح اعتراض کیا جاتا ہے کہ مکانات اور جائیدادوں (Prperties) کے کرائے بھی ایک حد تک سود سے ملتے جلتے ہیں کہ ان کے مالکان بھی بغیر کسی مزید محنت اور مشقت کے ایک مستقل آمدنی وصول کرتے رہتے ہیں' تو کیا وجہ ہے کہ اسلام نے کرایہ جات سے حاصل شدہ آمدنی کو جائز قرار دیا ہے۔

(۱) مکانات اور جائیدادوں کی افادیت ان کے استعمال کے باعث ہر لحہ اور ہر آن کم (Depreciate) ہوتی جاتی ہے۔ اس کو برقرار رکھنا مالک کا فرض ہے جو وہ مزید سرمایہ کاری (Investment) سے کرتا رہتا ہے۔

(۲) اور مالک کا یہ تعلق اپنی جائیداد کے ساتھ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

(۳) مزید برآں آگ' پانی اور دیگر حادثات کی وجہ سے جائیدادیں ضائع بھی ہو سکتی ہیں۔

(۴) اس کے علاوہ جائیداد کے مالک کو اس کے اچھے برے استعمال کا حق ہر وقت مہیا ہوتا ہے۔

اس کے برعکس سود کی اصل رقم کو برقرار رکھنے کے لئے کسی مزید سرمایہ کاری (Investment) یا فنڈ (Depre-ciation) کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ رقم قرض دینے والے کے نقطہ نظر سے کبھی بھی ضائع (Destroy) نہیں ہوتی اور یہ عام حوادث کی بھی زد میں نہیں آتی۔ لیکن سود پر ایک دفعہ رقم دے دینے کے بعد اس کے مالک کا اس کے استعمال پر کسی قسم کا حق باقی نہیں رہتا۔ ان وجوہات کی بناء پر کرایہ کی نوعیت سود سے بالکل مختلف ہے۔ دراصل جوبات وجہ ضرر ہے وہ جائیداد کی لامحدود ملکیت ہے' اور اس کا حل اسلام میں موجود ہے۔

ان گزارشات کے بعد یہ بات بالکل واضح ہے کہ تجارت کی زیادتی (نفع) اور سود کی زیادتی (ربوا) میں زمین آسمان کا فرق ہے اور یہ وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اس میں شبہ یا تاویل کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ حکم بالکل صاف اور واضح ہے کہ تجارت میں پیدا شدہ زیادتی جائز نفع ہے اور حلال ہے لیکن ربوا کی پیداشدہ زیادتی سود ہے جو کہ ناجائزاور حرام ہے۔

سود کی حمایت میں مختلف تاویلوں کا جائزہ

پہلے ہم دوسرے طبقہ کے لوگوں کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔ جیساکہ تعارفِ مضمون میں عرض کیا جا چکا ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تشریح اپنے طریقہ پر کرنا جائز سمجھتے ہیں اور مختلف دلائل کے سہارے راہِ فرار تلاش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں چار دلائل بنیادی قسم کے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اول یہ کہ قرآنی حکم کا اطلاق

> شریعت تاقیامت پیش آنے والے تمام حالات کو شامل ہے قرآن پاک کے جتنے بھی احکام بنیادی نوعیت کے ہیں وہ ہر زمانہ' ہر تہذیب اور ملک کے لئے تاقیامت صحیح ہیں۔

صرف ربوا کی ان صورتوں پر ہونا چاہئے جو عرب میں اسوقت رائج تھیں۔باقی صورتوں کو مستثنٰی سمجھ کر جائز قرار دینا چاہئے۔

(۲) دوم یہ کہ قرآنی احکام کی سپرٹ(Spirit) کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔اصل مقصد ربوا کی اذیت آمیز اور ضرر رساں صورتوں کو حرام قرار دینا تھا۔ سود کی باقی صورتیں حرام نہیں ہوسکتیں۔

(۳) سوم یہ کہ تجارتی اور نفع آور کاموں کے لئے جو قرض دیئے جائیں' ان پر سود ناجائز ہونا چاہئے کیونکہ یہ دونوں فریقوں کے لئے فائدہ مند ہوتے ہیں۔

(۴) چہارم یہ کہ معاشی ترقی آج کل سود پر منحصر ہے۔ غیر سودی نظام اپنی معاشی کمزوری کی وجہ سے قوم کو محکوم بنا سکتا ہے'اس لئے قوم کی آزادی کے لئے سود ناگزیر ہے۔

ان دلائل کا مفصل جائزہ پیش خدمت ہے:

دلیل اول۔۔۔صرف دورِ نبویؐ میں مروّج صرفی سود حرام ہے؟

کہا جاتا ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت عرب میں قرض کے معاملات کی چند صورتیں رائج تھیں۔ ان سب میں مشترک بات یہ تھی کہ لین دین کی تحریری اسناد میں اصل سے زائد ایک رقم ادا کرنا شرط ہوتا تھا۔ اس وقت تمام کے تمام قرضے حاجت مند لیتے تھے اور ذاتی نوعیت کے ہوا کرتے تھے' اس لئے صرف ذاتی قسم کے قرضہ جات ہی حرام کئے گئے تھے۔ باقی قرض کی صورتیں حرام نہیں ہوسکتیں کیونکہ وہ اس وقت رائج ہی نہیں تھیں۔

شریعت تا قیامت پیش آنے والے تمام حالات کو شامل ہے: یہ طے شدہ بات ہے اور یہ ہمارے ایمان میں شامل ہے کہ قرآن پاک کے جتنے بھی احکام بنیادی نوعیت کے ہیں وہ ہر زمانہ' ہر تہذیب اور ملک کے لئے تا قیامت صحیح ہیں۔ سود کے متعلق قرآنی احکام بنیادی نوعیت کے ہیں اور ان کے متعلق یہ خیال کہ یہ اس وقت کی صورت حال کے مطابق تھے اور اب ان کا اطلاق نہیں ہے' سرے سے قابل قبول ہی نہیں ہے۔اس طرزِ استدلال کے مطابق تو نزولِ قرآن کے وقت جو شراب حرام کی گئی تھی وہ خمر تھی جس کو انگوروں سے ایک خاص طریقہ سے بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ دورِ جدید کی شرابیں مثلاً شیمپئن' برانڈی' وہسکی اور شیری چونکہ اس صورت میں خمر نہیں ہیں اس لئے یہ حرام نہیں قرار دی جاسکتیں۔

اسی طرح اگر آج کل یا آئندہ چوری خودکار مقناطیسی آلوں یا کمپیوٹروں کے ذریعہ سے کی جانے لگے تو وہ قرآن کے احکام کے مطابق ان سزاؤں کی مستحق نہ ہوگی' جو قرآن نے مقرر کی ہیں۔

یہ محض مفروضہ ہے کہ اس وقت قرض صرف حاجت مند یعنی غریب و نادار لوگ ہی لیتے تھے اور قرضوں کی نوعیت صرف ذاتی ہوتی تھی۔ حقیقتاً اس وقت بھی تجارتی اور

> **اسلامی نظام حیات میں دیگر معاشی نظاموں کی پیروی ممکن نہیں اگر ہمیں اسلام کے اصولوں کی صحت پر شک ہے تو دوسرے اصولوں کو خوشی اپنا سکتے ہیں لیکن ان کا پیوند اسلام میں لگا کر اسلام کے اصولوں کو توڑنے جوڑنے کے عمل کو تجدید کے پردے میں جاری رکھنا کسی طرح درست نہیں۔**

قومی قرضوں کی صورت موجود تھی۔ مشرق بعید کی تمام تجارت مشرقِ وسطیٰ کے ممالک سے عرب کے واسطے سے ہوتی تھی۔اس تمام تجارتی لین دین میں تجارتی قرضے اور سود اس وقت کے رواج کے مطابق شامل تھے۔(سود از سید مودودیؒ)۔۔۔۔ مزید برآں تجارتی قرضوں کی موجودگی نزولِ قرآن سے بہت پہلے تقریباً تمام تہذیبوں سے ثابت ہے۔

نزولِ قرآن کے وقت عرب میں ہر شخص جانتا تھا کہ قرض کا معاملہ صرف شخصی حالات کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کاروباری اور قومی ضروریات کے لئے بھی ہوتا ہے۔اس کے علاوہ قرآن پاک کے حکم سے کوئی اشارہ نہیں ملتا جس سے ضرورت کے اعتبار سے قرض اور قرض میں فرق روا رکھنا ضروری ہو۔ تمام فقہاء اسلام پہلی صدی ہجری سے آج تک اس امر پر متفق چلے آئے ہیں کہ "ہر وہ قرض جس کے ساتھ زیادتی شامل ہو' سود ہے"

> **قرآن نے اپنے حکم سے ہر سود کو خواہ وہ شخصی ضروریات کے لئے ہو یا تجارتی اغراض کے لئے حرام ہیں۔**

مورخین اور محدثین نے ذاتی حاجات اور تجارتی کاروباری قرضوں کا واضح طور پر الگ الگ ذکر غالباً اس لئے نہیں کیا کہ ان کے نزدیک قرض چاہئے جس غرض کیلئے بھی ہو، قرض ہی سمجھا جاتا تھا اور اس پر سود کی حیثیت بھی ان کی نگاہوں میں یکساں تھی۔ (سود از سید مودودیؒ) ۔۔۔ لہذا اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآن نے اپنے حکم سے ہر قسم کے سود کو خواہ وہ شخصی ضروریات کے لئے ہو یا تجارتی اغراض کے لئے حرام قرار دیا ہے۔

دلیل دوم۔۔۔ سود کی حرمت مقروض پر تکلیف اور ظلم کی بناء پر ہے، اس کے ماسوا سود جائز ہے؟

استدلال کیا جاتا ہے کہ جس طرح شراب کی ممانعت میں بنیادی خصوصیت، جس کی وجہ سے اسے حرام قرار دیا گیا ہے، نشہ ہے، اسی طرح سودی لین دین میں بنیادی خصوصیت، مقروض کی اذیت، تکلیف اور ضرر ہے۔ اگر قرض دار ایسا حاجت مند اور نادار ہے جس کے لئے سود اور اصل رقم واپس کرنا اس کے لئے مالی طور پر مشکل اور باعث تکلیف ہے تو پھر سود کا حرام قرار دیا جانا جاہیے۔ لیکن ایک صاحب حیثیت شخص جو زمین، مکانات اور جائیداد کا مالک ہے، اگر وقتی تقاضے کے تحت (شادی، غمی یا ہنگامی تجارت) کے لئے قرض لیتا ہے تو اس کے لئے تو ادائیگی سود اور اصل رقم کی کوئی ایسی سنگین اذیت یا ضرر پیدا نہیں کرتی۔ لہذا ایسے شخص سے سود لینا کوئی ایسی بری بات نہیں ہے کہ قرآن کے حکم کی سپرٹ کے خلاف ہو۔

یہاں دانشوروں سے دو قسم کی لغزشیں ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ ضرر یا اذیت کا پہلو مقروض کی تکلیف ہی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ قرض دینے اور لینے کی تقابلی (Cmpar-ative) پوزیشن سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ قرض لینے والا ہمیشہ نقصان (Dis-ad-vantage) میں رہتا ہے۔ جو شخص سود پر قرض دیتا ہے، وہ اپنے لئے تو ایک طے شدہ منافع، بغیر کسی محنت اور کاوش کے حاصل کر لیتا ہے لیکن مقروض کے لئے باوجود اس کی محنت، کاوش اور دماغ سوزی کے نفع کی کوئی قطعی ضمانت نہیں ہوتی۔ چنانچہ قرض دینے والا بغیر کسی محنت کے اپنے مخالف فریق کے مقابلہ میں بہتر پوزیشن میں ہوتا ہے اور اسی میں اس کا ضرر یا اذیت پوشیدہ ہے یہ صورتِ حال، معاشرتی عدل اور انصاف کے منافی ہے۔

> **سودی نظام میں بنکوں کے زریعے سے دولت کی تقسیم ناہموار ہوتی چلی جاتی ہے۔**

تجارتی سود کے نقصانات

دوسرا ابہام دھوکہ جو دلیل میں مضمر ہے وہ یہ کہ اذیت، تکلیف اور ضرر کو صرف ذاتی سطح پر ہی لیا جاتا ہے۔ حالانکہ ساری خرابیاں قومی اور معاشرتی سطح پر بہت شدت سے رونما ہوتی ہیں جو شخصی اور انفرادی اذیت سے کہیں زیادہ تباہ کن اور دور رس ہوتی ہیں۔

دور حاضر کی تمام تر خرابیاں سود سے وابستہ ہیں۔ چونکہ سود تو ہر حال میں ادا کرنا ضروری ہے اس لئے جس کاروبار میں سودی روپیہ لگا ہوتا ہے، اس کا مالک شرح سود سے زیادہ منافع کمانے کی غرض سے ہر غلط اور ناجائز طریقہ استعمال اپنا حق تصور کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ کاروبار میں دھوکہ کرتا ہے، بلیک مارکیٹ کو جنم دیتا ہے، ذخیرہ اندوزی سے زیادہ نفع کمانے کی کوشش کرتا ہے، حکومت کے ٹیکس بچانے کی غرض سے دو قسم کے رجسٹر حساب وکتاب رکھتا ہے اور اس طرح حکومت اور معاشرہ کا جائز حق غصب کرتا ہے۔ حکومت کی آمدنی کم ہو جاتی ہے۔ عوام کی بہبود اور حکومت کے دوسرے فرائض کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکومت آمدنی بڑھانے کی غرض سے مزید ٹیکس عائد کرتی ہے اور عوام ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبتے چلے جاتے ہیں پھر بھی حکومت کے اخراجات پورے نہیں ہوتے۔

نفع کی سطح شرح سود سے اوپر رکھنے کی خاطر مزدوروں کی اجرت کم رکھی جاتی ہے۔ مزدور باوجود محنت اور مشقت کے گھر کے اخراجات پورے نہیں کر پاتے۔ ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے، اور یہ ایسی ناداری، بے چارگی اور قنوطیت پیدا کرتی ہے جس میں اخلاقی بیماریاں جنم لینا شروع کر دیتی ہیں۔ نفرت، چوری، دوسروں کے حق کو غصب کرنا ناگزیر ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب مزدوروں کا حق غصب ہوتا ہے تو وہ رد عمل کے طور پر معاشرہ کی ہر چیز اور فرد بد دل ہو کر اس سے انتقام کی بدترین گہرائیوں میں گر پڑتا

ہے۔ جہاں سے اس کو دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑا کرنا قریب قریب ناممکن ہو جاتا ہے۔

دراصل سودی نظام میں بنکوں کے ذریعے سے دولت کی تقسیم ناہموار ہوتی چلی جاتی ہے۔ قوم کی مجموعی رقومات (Deposits) جو بنکوں میں رکھی جاتی ہیں' ان کی بناء پر بنکاری نظام اس سے دس گنا کریڈٹ پیدا کرتا ہے۔ اس تمام سرمایہ پر ۳۰ سے ۴۰ فیصد منافع ہوتا ہے۔ لیکن عام کھاتہ داروں کو ۳ یا ۴ فیصد سود ہی دیا جاتا ہے۔ حقیقت میں کھاتہ داروں کو کوئی خاص بچت بھی نہیں ہوتی کیونکہ ایک سال کے عرصہ میں قیمتیں ۴ یا ۵ فیصد بڑھ جاتی ہیں اور تمام نفع بنک کے مالکان کے حصہ میں آجاتا ہے اس طرح سے سودی بنکاری دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

سودی روپیہ سے کاروبار کرنے والا زر پرستی کی ہوس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ کارخانہ دار ہے تو مال ضرورت اور استعداد سے کم پیدا کرتا ہے تاکہ قیمتیں اونچی رہیں اور اس کو منافع' شرح سود سے کئی گنا زیادہ ملتا رہے۔ دولت کی حرص اور بڑھتی ہے۔ صنعت کار ایک بنکار اور انشورنس کار بھی بن جاتا ہے کیونکہ سود کا حربہ ہر کہ ومہ کو دام میں پھنسانے کے لئے موجود ہے۔ لوگ اپنی محنت سے کمائی پونجیاں سود کے لالچ میں بنک میں رکھتے ہیں۔ صنعتی بنکار کے ہاتھ سستا سرمایہ لگ جاتا ہے۔ ایک کارخانہ سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا وجود میں آتا چلا جاتا ہے۔ دولت چند ہاتھوں میں سمٹتی چلی جاتی ہے۔ مزدوروں اور عوام کی معاشی سطح اور آزادی کا دائرہ کم سے کم تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ عام ترقی کارخانوں کی بھر مار اور صنعتوں کی گہما گہمی کے باوجود تنگدستی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ کپڑوں کے کارخانوں کے باوجود انسانیت ننگی ہوتی چلی جاتی ہے' دولت کی جھنکار کے باوجود بھوک اپنا دائرہ تسلط وسیع کرتی جاتی ہے' غرضیکہ دولت کی تقسیم ناہموار سے ناہموار تر ہوتی چلی جاتی ہے اور جو نتیجہ دولت کی ناہموار تقسیم پیدا کرتی ہے' اب پاکستان میں کسی وضاحت کا مرہونِ منت نہیں ہے۔

سودی نظام میں کاروباری طبقہ' پیداوار اور تجارت کو اس طریقہ پر چلاتا ہے کہ وہ اس کے مفاد کے مطابق ہو۔ معاشرہ کی فلاح وبہبود اس کے سامنے ثانوی درجہ رکھتی ہے۔ سرمایہ دار' شرح سود کے اتار چڑھاؤ کے انتظام میں سرمایہ کو بیکار بھی رکھتا ہے تاکہ مناسب وقت (Invest) کر کے زیادہ سے زیادہ سود حاصل کر سکے۔ اس طرح وہ دولت اور سرمایہ کی گردش (Circulation) کو روکتا ہے۔ وہ لمبی مدت کے قرضوں میں لگانے کی بجائے سرمایہ ہاتھ میں رکھتا ہے تاکہ سٹہ بازی میں حصہ لے کر زیادہ سے زیادہ نفع کمائے اور جب لمبی مدت کے قرضوں میں لگانے کی بجائے سرمایہ ہاتھ میں رکھتا ہے تاکہ سٹہ بازییں حصہ لے کر زیادہ سے زیادہ نفع کمائے اور جب لمبی مدت کے لئے قرضہ دیتا بھی ہے تو خرابیوں کے مزید دروازے کھول دیتا ہے۔ شرح سود پندرہ بیس سال کے لئے پہلے سے ہی مقرر کر لیتا ہے۔ ایسا سودی سرمایہ استعمال کرنے والا اس لمبے عرصہ کی سودی شرط کو نبھانے کے لئے اور اپنا نفع شرح سود سے زائد کمانے کی غرض سے ایسی ایسی ناجائز حرکات کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جس سے ملک کا معاشی نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ بلیک مارکیٹ' ذخیرہ اندوزی' بے ایمانی غرضیکہ کون سا ایسا معاشی اور اخلاقی جرم ہے جس کے کرنے پر وہ مجبور نہیں ہو جاتا۔ ناجائز مراعات حاصل کرنے کی غرض سے وہ رشوت کا بازار گرم کرتا ہے اس سیل بے پناہ میں وہ ہر ایک کو ملوث کرتا چلا جاتا ہے۔ حکومت کے چپڑاسی سے لے کر اعلیٰ افسر تک اس سیلاب کی لپیٹ میں آتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نظم ونسق اور حکومت کی بنیادیں ہلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ عوام کا اعتماد حکومت اور معاشرہ سے متزلزل ہونا شروع ہو جاتا ہے' غرضیکہ کوئی ایسی چھوٹی بڑی خرابی تصور نہیں کی جا سکتی جو سود خوار' سرمایہ دار اور صنعت کار ملک کے لئے پیدا نہیں کر دیتا۔ مندرجہ بالا صورتحال میں نہ صرف معاشی اور اقتصادی نظام غیر منصفانہ اور ظالمانہ انداز میں چل نکلتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخلاق

سودی نظام میں کاروباری طبقہ' پیداوار اور تجارت کو اس طریقے سے چلاتا ہے کہ وہ اس کے مفاد کے مطابق ہو معاشرہ کی فلاح و بہبود اس کے سامنے ثانوی درجہ رکھتی ہو۔

قدریں بھی خاک میں ملنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جب دولت چند ہاتھوں میں سمٹتی ہے تو فضول خرچی اور عیش پرستی جنم لیتی ہے۔ دولت اپنی قوت کی بنا پر فحاشی کے سامان اور اڈے قائم کرنے پر تل جاتی ہے۔ غربت اور ناداری کے ہاتھوں تنگ آئی ہوئی شرافت دم توڑنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

ذاتی قرضوں کے نقصانات افراد تک ہی محدود ہوتے ہیں۔ لیکن تجارتی قرضوں کے اثرات تمام کے تمام معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور تمام سوسائٹی کا مزاج یکسر اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے جس قدر سختی سے سود کی ممانعت کے احکام جاری کئے ہیں'

سودی نظام ایسا معاشرہ پیدا کرنے پر مجبور ہے جس میں بے رحمی' خود غرضی' زر پرستی' لوٹ کھسوٹ اور عدم مساوات کا دور دورہ ہو۔

برخلاف اسلامی معاشرے کے' جس کی نمایاں خصوصیت ہمدردی' خلوص' مساوات اور بھائی چارہ ہے۔ سودی نظام ایسا معاشرہ پیدا کرنے پر مجبور ہے جس میں بے رحمی' خود غرض' زر پرستی' لوٹ کھسوٹ اور عدم مساوات کا دور دورہ ہو۔ سودی نظام کی مختصر سی تصویر جو سطور بالا میں کھینچی گئی ہیں کوئی جذباتی اور خیالی منظر کشی نہیں ہے بلکہ ایسی حقیقت ہے جس کا ہم اپنے ملک میں تجربہ کر چکے ہیں کیا اس کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ تجارتی سود میں کوئی اذیت' ضرر اور تکلیف مضمر نہیں ہے۔

دلیل سوم۔۔۔ نفع آور سود کی گنجائش ہونی چاہئے؟

تیسری دلیل کا جواب بہت حد تک مندرجہ بالا سطور میں آ گیا ہے۔ تجارتی اور نفع آور کاموں کے لئے جو قرض لئے یا دیئے جاتے ہیں' ان کی کارکردگی واضح کر دی گئی ہے۔ قرآن کے حکم کے تحت تجارتی اور ذاتی قرضوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دراصل کسی دوسرے گناہ کے بارے میں نہیں کئے۔ یعنی قرآن نے سودی کاروبار کو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔ (البقرہ:۲۷۹)

دلیل چہارم۔۔۔ سود کو چھوڑنا معاشی تنزلی کا راستہ ہے؟

چوتھی دلیل کے تحت استدلال کچھ اس طریق پر کیا جاتا ہے کہ آج کل دنیا میں بغیر تجارتی سود کے گزارا نہیں۔ جو قوم اس سے پرہیز کرتی ہے وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں معاشی لحاظ سے بہت کمزور ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس طرح یہ قوم اپنی آزادی کھو بیٹھتی ہے اور دوسری قوموں کی محکوم ہو جاتی ہے۔ پھر محکومیت کی ذلت سے کون واقف نہیں ہے۔ تجارتی سود (Pruduc-tive Interest) قوم کی تمدنی اور معاشرتی ترقی کا معاملہ ہے' اس لئے قرآن کے احکام کی تشریح میں سختی نہیں برتنی چاہئے بلکہ ان کی وضاحت اور تفسیر حالات کے تقاضوں کے تحت کرنا چاہئے۔

قرآن پاک کے احکامات' وقت کے تقاضوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔ ان کی تشریح میں کسی لچک کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔ نماز ہر حال میں فرض ہے' اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے کہ آج کل کے معاشہ میں انسان بہت مصروف ہے اس لئے اس کی پابندی پر اتنی سختی نہیں برتنی چاہئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور قانون ہے کہ مسلمان اگر صحیح معنوں میں مسلمان ہیں تو وہ کبھی محکوم نہیں ہو سکتے۔ اس فرمان اور وعدہ میں کہیں مادی برتری اور ساز و سامان اور معاشی استحکام کا ذکر نہیں ہے' شرط صرف مسلمان ہونے کی ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں کی برتری اور فتح کبھی ساز و سامان اور معاشی مضبوطی کی مرہونِ منت نہیں رہی۔ دور کی بات نہیں ۱۹۶۵ء کی جنگ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مسلمان اگر شہادت کے صحیح جذبہ سے سرشار ہوں تو وہ شکست نہیں کھا سکتے خواہ باطل کی قوتیں کتنی ہی طاقتور اور معاشی لحاظ سے کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں۔ جس قوم میں مسلمان ہونیکی تمام صفات موجود ہوں' اس کے محکوم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے وعدہ اور شان کے خلاف ہو گا۔ اس لئے حاکمیت اور محکومیت کو اس قسم کی معاشی مضبوطی (جو معترضین کے ذہن میں ہے) سے وابستہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کی صداقت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔

دراصل محکومیت کا خدشہ سود تک ہی محدود معلوم نہیں ہوتا' بلکہ ایسا ظاہر ہوتا

ہے کہ ان لوگوں کو اسلام سے بھی شاید اسی قسم کے خدشات ہیں۔ ان کے ذہن کے کسی گوشہ میں شاید یہ خطرہ بھی جاگزیں ہے کہ مسلمان بننے سے بھی قوم معاشی لحاظ سے کمزور ہو کر کہیں محکوم نہ ہو جائے۔ اگر یہ بات ہے تو بیماری زیادہ سنگین اور خطرناک ہے۔ اس رجحان کا سدِباب ضروری ہے۔ تجارتی سود کو جائز اور ناجائز قرار دینا تو بعد کی بحث ہے پہلے تو یہ طے کرنا چاہیئے کہ کہیں اسلامی نظام ہماری قوم کی آزادی کے لئے نعوذ باللہ' باعثِ محکومیت تو نہیں بن جائے گا اور یہ کہ ہمیں اسلامی معاشی نظام کی پیروی کرنا ہے یا کسی اور نظام کی۔

یہ قطعاً درست نہیں کہ اسلامی نظام' محکومیت کے اثرات پیدا کرتا ہے۔ اس مفروضہ میں کوئی معقولیت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے سے کوئی قوم محکوم ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے' یہ تو اللہ تعالیٰ کی اپنی شانِ کبریائی کے منافی ہو گا۔ اس لئے ذرا سے غور کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی عقلی دلیلیں سوائے خللِ دماغ کے اور کچھ نہیں۔ اگر ہمارا ایمان اسلام اور اس کے نظام حیات پر ہے تو اس میں سودی لین دین کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ چونکہ اسلامی معیشت کا سارا کاروبار سود کے بغیر چلتا ہے اس لئے جب تک ہم ذہنی طور پر اس کا اعتراف نہیں کریں گے دوسرے نظاموں کی زنجیروں سے آزاد نہیں ہو سکیں گے۔ اسلامی نظام حیات میں دیگر معاشی نظاموں کی پیروی ممکن نہیں۔

قرآن نے جس سختی سے سود کی ممانعت کے احکام جاری کیسے ہیں کسی دوسرے گناہ کے بارے میں نہیں کئے یعنی سودی کاروبار کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔

اگر ہمیں اسلام کے اصولوں کی صحت پر شک ہے تو دوسرے اصولوں کو خوشی اپنا سکتے ہیں لیکن ان کا پیوند اسلام میں اسلام میں لگا کر یا اسلام کے اصولوں کو توڑنے موڑنے کے عمل کو تجدید کے پردے میں جاری رکھنا کسی طرح درست نہیں۔

خلاصہ بحث

سودی لین دین یقینی طور پر دنیا کے تمام معاشی نظاموں کو دم توڑ دینے پر مجبور کر دے گی۔ یہ صرف وقت کی بات ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت کا تصور (Time Con-cept) بالکل مختلف ہے۔ اس کے احکام سے بغاوت کی مہلت دس بیس یا سو سال تک محدود ہونا کوئی ضروری بات نہیں ہے۔ بغاوت کے تجربات کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے صدیاں بھی چنداں حقیقت نہیں رکھتیں۔ وہ اپنی مخلوق کو تجربوں کے لئے پورا پورا وقت دیتا ہے تاکہ وہ جو ممکن ہو سکے کر گزریں۔ مغرب کے بیشتر ممالک انسانی اقدار (ایمانداری' رواداری وغیرہ) کا سہارا دے کر سودی نظام کے گرتے ہوئے ڈھانچہ کو سنبھالا دیئے جا رہے ہیں' اور ہو سکتا ہے کچھ عرصہ اسی طرح چلتے جائیں۔ ہمیں یہاں اسلامی ملک ہونے کے باوجود وہ سہارا بھی میسر نہیں آ سکا۔ نتیجہ یہ کہ ۲۳ سال کی قلیل مدت میں سودی نظام اپنی طبعی عمر کو پہنچنے سے قبل ہی تباہی و موت کے نازک مرحلہ میں داخل ہو گیا ہے۔

سودی نظام کی اخلاق سوز خرابیاں

آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے ذہن انسانی کے سامنے اتنی واضح نہ تھیں جتنی کہ آج ہیں۔ ہر ملک کا معاشی نظام ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت کی ناہموار تقسیم اس لئے نہیں کہ سرمایہ دار یا صنعت کار کی ذہنی کاوش اور قوتِ بازو دوسرے افراد سے افضل ہے بلکہ یہ تجارتی سود کا لازمی نتیجہ ہے۔ رشوت ستانی' چوربازاری اور ذخیرہ اندوزی کا دور دورہ بھی اس لئے ہے کہ نفع کو شرح سود سے بلند رکھنے کے لئے یہ ناگزیر ہیں۔ اخلاقی انحطاط اور عصمت فروشی کا باعث بھی یہ ہے کہ بغیر محنت کے کمائی ہوئی دولت اپنا اظہار چاہتی ہے' اور اس کے سامنے غربت زدہ شرافت کو دم توڑنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ مزدور اس لئے غریب اور نادار نہیں کہ یہ اس کی تقدیر کا نوشتہ ہے بلکہ اس کا ذمہ دار سود سے حاصل کردہ سرمایہ ہے جو اپنے لئے ہر قیمت پر نفع چاہتا ہے۔ دراصل موجودہ اخلاقی' ذہنی' تمدنی اور معاشی خرابیوں کا موجب تجارتی سود ہی ہے۔ جب تک ہم اس حقیقت کو تسلیم نہیں کر لیتے' اصلاح کا کوئی دروازہ نہیں کھل سکتا۔ (جاری ہے)